۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے

درد انگیز تاریخی واقعات اور انگریز کے مظالم کی خونیں داستان

اَلثَّورَۃُ الھِندِیَّۃ

باغیِ ہندوستان

مُصَنَّفہ

مُجاہدِ جلیل حضرت علّامہ فضلِ حق خیرآبادیؒ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مترجم ۔ محمد عبدالشاہد خان شیروانی

باہتمام

سید شاہ تراب الحق قادری

ناشر: بزمِ قادریہ رضویہ

اسلام آباد ــــ کراچی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے

دردانگیز تاریخی واقعات اور انگریز کے مظالم کی خونیں داستان

اَلثَّوْرَۃُ الْہِنْدِیَّۃُ

باغیِ ہندوستان

مُصَنَّف

مجاہدِ جلیل حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مُترجِم۔ محمد عبدالشاہد خان شیروانی

باہتمام

سید شاہ تراب الحق قادری

ناشر: بزمِ قادریہ رضویہ

اسلام آباد ــــ کراچی

نام کتاب ——— باغی ہندوستان (اَلثَّوْرَۃُ الْھِنْدِیَّۃُ)
مصنفہ ——— مجاہد جلیل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مترجم ——— محمد عبد الشاہد خان شیروانی
باہتمام ——— سید شاہ تراب الحق قادری

ملنے کے پتے :

- ★ حنفیہ پاک پبلیکیشنز، نزد بسم اللہ مسجد کھارادر کراچی ۲
- ★ مکتبہ رضویہ، آرام باغ کراچی
- ★ مکتبہ قادریہ، جامع نظامیہ لوہاری دروازہ لاہور ۸
- ★ مکتبہ برکاتیہ چشتیہ دار العلوم حزب الاحناف لاہور
- ★ مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار راولپنڈی
- ★ کنز الایمان اسلامی لائبریری، جامع مسجد کنز الایمان آئی ٹن ون، اسلام آباد
- ★ غوثیہ مہریہ اسلامی لائبریری، جامع مسجد غوثیہ مہریہ آئی ٹن فور، اسلام آباد
- ★ غوثیہ کتب وکیسٹ لائبریری، ۵، ای، نیو کراچی
- ★ قادریہ رضویہ لائبریری، ۵، ای، نیو کراچی

لک الحمد یااللہ والصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

پیش لفظ

جب کوئی قوم خود فروشی و خود فراموشی کے مرض میں مبتلا ہو کر عیش و طرب کو اپنا شعار بنالے اور شمشیر و سناں کی بجائے طاؤس و رباب کی خوگر ہو جائے تو اس کی تباھی و بربادی شروع ہو جاتی ہے حاکم محکوم اور آقا غلام بنادیے جاتے ہیں پھر عظمتِ رفتہ حاصل کرنے کے لئے بیشمار قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور اگر اس قوم میں جان کا نذرانہ دینے والے سرفروش نہ ہوں تو وہ قوم صفحۂ ھستی سے حرف غلط کی طرح مٹادی جاتی ہے ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمان قوم کے جیالے سرفروشوں کی برطانوی تسلط کے خلاف جد و جہد کی داستان ہے جو انہوں نے اپنے لہو کی سرخی سے رقم کی ہے۔

جنگ آزادی میں صرف عام مسلمانوں نے ہی حصہ نہ لیا بلکہ اہلسنت کے مقتدر علماء و مشائخ نے بھی اس جد و جہد آزادی میں اپنی جانیں راہ خدا میں قربان کیں ان مجاھدین میں سب سے نامور ہستی علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے سب سے پہلے دھلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اس فتوے کے شائع ہونے پر دہلی میں جنرل بخت خان کی قیادت میں نوے ہزار فوج جمع ہو گئی اور انگریزوں کے خلاف حملے شروع ہو گئے ۔ جنگ آزادی ختم ہوئی تو علامہ فضل حق خیرآبادی پر انگریزوں نے مقدمہ چلایا اور کالاپانی کی سزا دی چنانچہ آپ نے باقی عمر جزائر انڈیمان میں نہایت پریشانی اور تنگی میں گزاری وھاں قید میں ھی اپ نے کوئلے اور پنسل سے عربی میں ایک کتاب " باغیٔ ھندوستان " اور دو قصیدے تحریر کئے جن میں جنگ آزادی کے اسباب و حالات بیان کیے ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو حالتِ اسیری میں جام شہادت نوش کیا۔ آپ کے والد علامہ فضل امام دہلی میں صدر الصدور کے عہدے پر فائز ایک نامور عالم دین تھے آپ خود ایک جید عالم دین ہونے کے علاوہ ایسے اہل قلم تھے کہ مرزا غالب جیسے لوگ آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے ۔ (مقدمہ شرح دیوان غالب) آپ شاہ عبد القادر و شاہ عبد العزیز محدث دھلوی کے تلمیذ تھے ۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہوئے اور اہلسنت پر کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

جہادِ آزادی کے فتوے پر دستخط کرنے والوں میں مفتی محمد صدر الدین آزردہ

صدر الصدور (دھلی) بھی شامل تھے اس جرم کی پاداش میں آپ کو سزا ہوئی جیل میں رہے اور جائیداد ضبط کرلی گئی مرزا غالب نے بھی ایک خط میں اس کا ذکر کیا ہے۔ دھلی میں ناکامی کے بعد جنرل بخت خان اپنی فوج کے ہمراہ لکھنو چلے گئے جہاں دلاور جنگ مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی انگریزوں کے خلاف برسرپیکار تھے انگریز مؤرخین نے بھی دلاور جنگ کو "بہترین سپاھی" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ آگرہ اور کانپور میں انگریز سے لڑنے کے بعد آپ لکھنو پہنچے، مرزا برجیس قدر کو تخت نشین کرا کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد بیدار کیا غداروں کی سازشوں سے لکھنو پر انگریز قابض ہوگئے مگر آپ ناقابل تسخیر عزم لے کر شاہجہانپور پہنچے اور انگریزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے آپ کا جسم انگریزوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلادیا۔ باغی ھندوستان میں علامہ خیرآبادی نے آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ جہاد کے فتوے کی تائید و تشہیر کرنے میں مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی کا بڑا حصہ ہے آپ نے بھی عملی طور پر جہاد میں حصہ لیا۔ مرادآباد میں انگریز کو شکست دی وھاں اسلامی حکومت قائم ہوئی اور آپ صدر شریعت بنائے گئے جنرل مونس جب مرادآباد پر حملہ آور ہوا تو جہاد کرتے ہوئے گرفتار ہوئے سخت تشدد کے بعد اس عاشق رسول کو سرعام پھانسی دے دی گئی آپ جید عالم دین ہونے کے علاوہ نعت گو بھی تھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سلطانِ نعت کہا کرتے تھے۔

مجاھدین تحریک آزادی میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے دادا مولانا شاہ رضاعلی خاں بریلوی کا ایک نمایاں مقام ہے ۱۲۵۰ھ میں جنرل بخت خان کی سرکردگی میں مرادآباد پر حملہ میں شریک ہوئے جنرل ھڈسن نے آپ کا سرقلم کرنے کا انعام پانچ سو مقرر کیا تھا۔ برطانوی مؤرخ ڈاکٹر ملی سن لکھتا ہے" بریلی میں جب لوگوں میں برطانوی حکام کے خلاف یورش پھیلی تو اس کے تمام تر ذمہ دار جنرل بخت خان اور ان کے ساتھی مولوی شاہ رضاعلی ولد حافظ کاظم علی ھی تھے جو بریلی کے عوام کو برطانوی حکام کے خلاف اکسانے کے نہ صرف مجرم ٹھہرے بلکہ انہوں نے بریلی کے عوام کو برطانوی فوج کے خلاف مقابلہ کرنے پر بے حد اکسایا اگر مولوی رضاعلی اپنے عقید تمندوں سمیت ہمارا مقابلہ نہ کرتا تو بریلی شہر پر ہمارا قبضہ ہونا بالکل آسان تھا اس بریلوی مولوی رضاعلی کی سخت مزاحمت کی وجہ سے برطانوی فوج کو آگ اور خون کا دریا عبور کرنا پڑا پھر بھی بمشکل بریلی پر قبضہ کیا۔ (رپورٹ ان دی ھندص ۱۲۰ مطبع دھلی سال طبع ۱۸۹۷ء)

روھیل کھنڈ بریلی مجاھدین کا اھم مرکز تھا یہاں تحریک آزادی کے قائدین میں مولانا شاہ

رضا علی خاں کے علاوہ ایک اھم نام مفتی عنایت احمد کاکوروی کا ہے جنہوں نے کئی معرکوں میں حصہ لیا آخر کار گرفتار ہوئے اور کالا پانی کی سزا پائی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے فتویٰ جہاد پر جن علماء و مشائخ نے جہاد میں جام شہادت نوش کیا ان میں خواجہ محراب شاہ قلندر علیہ الرحمتہ کا نام بھی سرفہرست ہے آپ ۱۲۳۳ھ میں اپنے مریدوں کے ھمراہ جہاد کرتے ہوئے گوالیار میں شہید ہوئے خواجہ قطب الدین چشتی دھلی میں، منشی رسول بخش کاکوروی اودھ میں، بابا نگاھی شاہ چنیوٹی جھنگ میں، خواجہ منشی غلام حسین اور خواجہ سید عبدالنبی شاہ قادری ملتان میں شہید ہوئے جب کہ بخت خان کے ساتھی مخدوم شاہ محمد قادری علیہ الرحمتہ بداویں میں لارڈ ھسٹنگ کا مقابلہ کرتے ہوئے ۱۲۵۵ھ میں شہید ہوئے۔ پاک و ھند کے کونے کونے میں اللہ کے ان شیروں کی گرج نے آزادی کی تڑپ پیدا کردی تھی اور انہی کی وجہ سے انگریزوں کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن افسوس کہ تذکرہ نگاروں اور تاریخ لکھنے والوں کی بے اعتنائیوں اور جانبداریوں نے ان درخشندہ ستاروں کو بحرِ ظلمات کی تاریکیوں میں دھکیل دیا۔ "غدر کے چند علماء" کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو،

"ھندوستان کی سیاسی تاریخ میں علماء کا جس قدر شاندار کارنامہ ہے اور جذبہ وطنیت کا مظاہرہ ہے اسکی مثال کسی دوسری جگہ نہیں ملتی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار اور انقلاب و ابتلا کے خلاف سب سے پہلے علماء ھی کی آواز مخالفت اٹھی انہی علماء میں سب سے پہلا فرد جو سربکف میدان عمل میں آیا وہ دلاور جنگ مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی تھا ان کے ھمنوا کثیر القدر علماء اٹھے جو ایک طرف درس و تدریس تصنیف و تالیف میں لگے ہوئے تھے تو دوسری طرف ملکی سیاست میں حصہ لے رہے تھے مگر افسوس کہ ان بزرگوں کے سیاسی حالات سے تذکرہ نویسوں نے چشم پوشی کی"۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کی بنیاد ۱۸۵۷ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا امام بخش صہبائی اور مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی جیسے ہزاروں سرفروشانِ اسلام نے اپنے لہو کی قربانیاں دے کر رکھ دی تھی لیکن افسوس صد افسوس کہ برطانوی سامراج کی بنیادیں ہلا دینے والے مجاھدوں کا ذکر کرنے کے بجائے متعصب مؤرخین نے شاہ اسماعیل دھلوی کی نام نہاد تحریک جہاد کا بڑا چرچا کیا حالانکہ خود مولوی عبید اللہ سندھی دیوبندی نے اسماعیل دھلوی کی جماعت مجاھدین کے بارے میں گواہی دی کہ میں ان کے پاس گیا" وھاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو مجاھدین کے نام سے یاد کی جاتی ہے کس بری حالت میں ہے اور

اس کی گزران اور اس کی زندگی کس طرح صاحبزادہ عبد القیوم خان کی وساطت سے انگریزی حکومت کی رھینِ منت ہے "(افادات وملفوظات از محمد سرور ص ۳۶۲) اسی لئے اسماعیل دھلوی نے سرعام فتویٰ دیا کہ "انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا کسی طرح درست نہیں بلکہ خلافِ مذھب ہے" (تواریخ عجیبہ ص ۷۳، حیات طیبہ ص ۲۹۶)

بعض لوگ مولوی رشید گنگوھی دیوبندی کو بھی تحریک آزادی کا مجاھد گردانتے ہیں حالانکہ ان کی سوانح تذکرہ الرشید ص ۷۵ پر ہے کہ ایک دفعہ مولانا گنگوھی مولانا نانوتوی وغیرہ کا باغیوں (یعنی مجاھدین آزادی) سے سامنا ہو گیا، "یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار (انگریز) کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار (انگریز) پر جانثاری کے لئے تیار ہو گیا" نیز اسی سوانح میں ہے کہ جنگ آزادی کے بعد چند مفسدوں نے ان پر بھی بغاوت کا الزام لگایا لیکن مولوی گنگوھی مطمئن تھے بقول سوانح نگار "آپ کو استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھتے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکانہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے" (تذکرۃ الرشید ص ۸۰)

غور فرمائیے کہ یہی لوگ اہلسنت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک و مختار ماننے پر مشرک قرار دیتے ہیں لیکن یہاں تو مفتیٔ اعظم دیوبند انگریز کے مالک و مختار ہونے کا خود اعلان کررہے ہیں، ع اب کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا! ان کے اس تاریخی اقرار نے ان کے انگریز ایجنٹ ہونے پر مہرِ تصدیق ثبت فرمادی ہے۔ انصاف پسند اہل قلم سے گزارش ہے کہ دنیا پرست اور ابن الوقت لوگوں کو ہیرو بنا کر پیش کرنے کی بجائے جہاد آزادی کے حقیقی مجاھدین کے تذکروں کو صفحہ قرطاس کی زینت بنائیں کہ یہی حق و انصاف کا تقاضا ہے۔

بزم قادریہ رضویہ بطلِ حریت علامہ فضل حق خیرآبادی کی تصنیف الثورۃ الھندیہ کا اردو ترجمہ باغیٔ ہندوستان شائع کرنے کا اعزاز حاصل کررہی ہے امید ہے کہ آپ اسے شرفِ قبولیت بخشیں گے۔ باری تعالیٰ بزم کے اراکین و معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

انجنیئر عبد المصطفیٰ قادری رضوی

○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام ثنائیں اس خدائے برتر کے لئے ہیں، جس سے بغیر کسی ناامیدی کے محنت و آزمائش، کہنگی و بوسیدگی اور غم و تکلیف سے نجات دینے کی بہت بڑی امید وابستہ ہے اور جو اسے اس کے اعلیٰ نام سے پکارے اسے بہترین عطایا اور بے شمار نعمتیں عطا فرمانے والا ہے بالخصوص مظلوم و مضطر کی، اس کی مصیبتوں اور بیماریوں میں سننے والا ہے۔

سلام ہو اس خوشرو، خوشخبری سنانیوالے اور ڈرانے والے پر جس کی تمام نبی نوید مسرت آمد سناتے آئے، بلا و وباء کے دور کرنے، دشمنوں کے ظلم کے پردے چاک کرنے بڑی بدبختی اور سخت بیماری سے نجات دلانے کی، گنہگاروں اور سیہ کاروں کو اس کی شفاعت سے بڑی امید ہے، سلام ہو اس کی شریف و نجیب و کریم اولاد پر، اور اس کے عظیم المرتبہ، شدید و رحیم اصحاب پر خصوصاً پاکباز و صاف باطن خلفاء پر، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ان سب پر نازل ہوں جب تک فرشتے آسمان پر تسبیح و تہلیل کرتے رہیں اور کشتیاں سمندر میں تیرتی رہیں۔

میری یہ کتاب ایک دل شکستہ، نقصان رسیدہ، حسرت کشیدہ، اور مصیبت زدہ انسان کی کتاب ہے، جو اب تھوڑی سی تکلیف کی بھی طاقت نہیں رکھتا، اپنے رب سے جس پر سب کچھ آسان ہے، مصیبت سے نجات کا امیدوار ہے جو ابتداء عمر سے عیش و فراغت کی زندگی بسر کرنے کے باوجود، اب محبوس دام ظلم اور تباہ شدہ ہے، اور مقبول دعاؤں کے ذریعہ خدا سے ازالہ کرب کا طالب ہے وہ بڑی مشکلات میں مبتلا اور ترشرو ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار ہے۔ ان ظالموں نے اسے اچھے لباس سے معرّا کرکے غم و حزن کی وادیوں اور ایسے تنگ و تاریک قیدخانوں میں ڈالدیا ہے جو سیاہ فتنوں کے مرکز ہیں، وہ محبوس و حزیں، سخت دل، اچکے اور ظالم افراد پر نظر کرتے ہوئے اپنی رہائی سے مایوس ہے مگر اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہے۔ وہ ایک سیدھا سادھا، نرم خو اور

مریض و کمزور ہوتے ہوئے شریر و بد فطرت کی قید میں ہے اور ظالم و جابر، بد خلق و بد کردار کے مظالم سے حیران و پریشان ہے ۔ وہ آفت رسیدہ، ایسے مصائب میں مبتلا ہے جن کی سختیوں تک قیاس کرنے والے کا قیاس نہیں پہنچ سکتا اور ایسا مضطر و محتاج ہے جو سخت عذاب و احتباس میں گرفتار ہو چکا ہے، وہ سفید رو، سیاہ دل، متلون مزاج، ترشرو، کنجی آنکھ، گندم گوں بال والوں کی قید میں آچکا ہے جس کا اپنا عمدہ لباس اتار کر موٹا اور سخت لبادہ پہنادیا گیا ہے جو اس وقت مجبور و عاجز ہے اور اپنے رب سے لو لگائے ہوئے ہے اپنے تمام اعزہ و اقربا، سے دور اور بہت دور ہے مدعی اور منازع کے بغیر اس پر فیصلہ صادر کر دیا گیا ہے ۔ وہ اپنے ہمنشینوں اور خادموں کے سامنے شرمندہ ہے، اس کے بازوؤں کو سخت تصادم سے کمزور کر دیا گیا ہے، وہ غمزدہ، تنہا اور دور افتادہ ہے، اسے اپنی زمین و شہر سے جلاوطن اور اہل و عیال سے دور کر دیا گیا ہے ۔ یہ سارا ظلم و ستم، ظالم بد کیش نے روا رکھا ہے ۔ اسے اور اس کے اہل و عیال کو اپنی درندگی کی جھاڑی میں چھوڑ دیا ہے ۔ اسے قید کر کے ہر ممکن مصیبت پہنچائی گئی ہے ۔ اس کا قصور صرف ایمان اور اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا اور علماء اسلام میں شمار ہونا ہے ۔ اس سے ان ظالموں کا مقصد نشانِ درس و تدریس کو مٹانا اور علم کے جھنڈے کو نیچے گرانا ہے ۔ وہ صفحاتِ قرطاس سے بھی نام و نشان مٹانا چاہتے ہیں ۔ یہ سب کچھ اس حادثہ فاجعہ (انقلاب ۱۸۵۷ء) کی وجہ سے ہوا ہے جس نے آبادیوں کو ویران اور مصیبتوں کی شور زمین کو شاداب بنا دیا ہے جس سے غموں کے بادلوں سے کڑکتی ہوئی بجلیاں مصیبت زدگانِ وطن پر گریں اور ان پر بادشاہوں کو غلام و قیدی اور امراء کو محتاج و فقیر بنانے والی محتاجی و ناداری مسلط کر گئی ۔

یہ داستانِ الم اس طرح ہے کہ وہ برطانوی نصاریٰ جن کے دل ممالکِ ہند کے دیہات و بلاد پر قبضہ اور اس کے اطراف و اکناف و سرحدات پر تسلط کے بعد عداوت و کینہ سے بھر گئے تھے اور تمام ذی عزت اعیان کو ذلیل و خوار کر کے ان میں سے ایک کو

بھی اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ سرِ نافرمانی کو جنبش دے سکے ۔ انہوں نے تمام باشندگانِ ہند
کو، کیا امیر کیا غریب، چھوٹے بڑے، مقیم و مسافر، شہری و دیہاتی سب کو نصرانی بنانے
کی اسکیم بنائی، ان کا خیال تھا کہ ان کو نہ تو کوئی مددگار و معاون نصیب ہو سکے گا اور نہ
انقیاد و اطاعت کے سوا سرتابی کی جرأت ہو سکے گی ۔

یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ سب لوگ انہی کی طرح ملحد و بے دین ہو کر ایک ہی
ملت پر جمع ہو جائیں اور کوئی بھی ایک دوسرے سے ممتاز فرقہ نہ رہ سکے ۔ انہوں نے اچھی
طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہبی بنیاد پر حکمرانوں سے باشندوں کا اختلاف، تسلط و قبضہ کی راہ میں
سنگ گراں ثابت ہو گا اور سلطنت میں انقلاب پیدا کر دے گا اس لئے پوری جانفشانی
اور تندہی کے ساتھ مذہب و ملت کے مٹانے کے لئے طرح طرح کے مکر و حیلہ سے کام لینا
شروع کیا ۔ انہوں نے بچوں اور نافہموں کی تعلیم اور اپنی زبان و دین کی تلقین کے لئے
شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے پچھلے زمانے کے علوم و معارف اور مدارس و
مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی ۔ دوسری ترکیب یہ سوچی کہ مختلف طبقوں پر قابو
اس طرح حاصل کیا جائے کہ زمین ہند کے غلہ کی پیداوار، کاشتکاروں سے لے کر نقد دام
ادا کئے جائیں اور ان غریبوں کو خرید و فروخت کا کوئی حق نہ چھوڑا جائے ۔ اس طرح بھاؤ
کے گھٹانے بڑھانے اور منڈیوں تک اجناس پہنچانے اور نہ پہنچانے کے خود ہی ذمہ دار
بن بیٹھیں ۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ خدا کی مخلوق مجبور و معذور ہو کر ان
کے قدموں پر آ پڑے ۔ اور خوراک نہ ملنے پر ان نصاریٰ اور ان کے اعوان و انصار کے ہر
حکم کی تعمیل اور ہر مقصد کی تکمیل کرے ۔

ان ترکیبوں کے علاوہ ان کے دل میں اور بھی بہت سے مفاسد چھپے ہوئے تھے ۔
مثلاً مسلمانوں کو ختنہ کرانے سے روکنا، شریف و پردہ نشین خواتین کا پردہ ختم کرانا نیز
دوسرے احکامِ دینِ مبین کو مٹانا وغیرہ ۔ اپنے مکر کی ابتداء اس طرح کی کہ سب سے پہلے
اپنے ہندو مسلم لشکریوں کو ان کے رسوم و اصول سے ہٹانے اور مذہب و عقائد سے گمراہ

کرنے کے درپے ہوئے۔ ان کا گمان تھا کہ جب بہادر لشکری اپنے دین کو بدلنے اور احکامِ نصرانیت بجالانے پر آمادہ ہوجائیں گے تو پھر دوسرے باشندوں کو سزا و عتاب کے ڈر سے خود ہی مجال انکار نہ ہوسکے گی۔

انہوں نے ہندو لشکریوں کو جو تعداد میں بہت زیادہ تھے گائے کی چربی اور مسلمان سپاہیوں کو جو تھوڑی تعداد میں تھے سؤر کی چربی چکھانے پر زور ڈالا۔ یہ شرمناک روش دیکھ کر دونوں فرقوں میں اضطراب پیدا ہوگیا اور اپنے اپنے مذہب و اعتقاد کی حفاظت کی خاطر ان کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑلیا۔ ان کے اس اضطراب نے خرمنِ امن پر چنگاری کا کام کیا۔ گروہِ نصاریٰ کا قتل، ڈاکہ زنی، ان کے سرداروں اور سپہ سالاروں پر حملہ شروع کردیا بعض لشکری حد سے تجاوز کرگئے۔ انہوں نے قساوت قلبی اور شوریدہ سری کا انتہائی مظاہرہ کیا، بچوں اور عورتوں کے قتل سے بھی دریغ نہ کیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں اور بے گناہ عورتوں کی قتل و غارتگری سے رسوائی و ذلت کے مستحق بن بیٹھے۔ پھر تمام باغی گروہ لشکریاں اپنی چھاؤنیوں سے اپنے افسروں سے نبٹنے کے بعد چل کھڑے ہوئے۔ عالموں اور حاکموں کے نظام درہم برہم ہوگئے۔ راستوں کے امن میں خلل و فتور مخلوق خدا میں فتنہ و فساد اور دیہات و بلاد میں شور و شغب پھیل گیا۔ طوفان حوادث جوش میں آگیا۔

بہت سے لشکر شہر مشہور، بلد معمور، مسکن آل تیمور، دارالسلطنت دہلی جا پہنچے، وہاں پہنچ کران سب نے ایسے شخص کو سردار و پیشوا بنالیا جو اس سے پہلے بھی ان کا آمر و حاکم (بہادر شاہ ظفر) تھا جس کے پاس اس کے ارکان دولت اور وزیر بھی تھے لیکن وہ خود ضعیف، غمزدہ اور ناتجربہ کار تھا۔ عمر کی کافی منزلیں طے کرکے بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکا تھا۔ اور سچ پوچھئے تو آمر و حاکم ہونے کے بجائے اپنی شریک حیات (ملکہ زینت محل) اور وزیر (حکیم احسن اللہ خاں) کا مامور و محکوم تھا۔ اس کا یہ وزیر جو حقیقت میں نصاریٰ کا کارپرداز اور ان کی محبت میں غالی تھا۔ صحیح معنوں میں حاکم و والی اور نصاریٰ

کے دشمنوں کا شدید ترین مخالف تھا۔یہی اس آمر و حاکم کے اہل خاندان کا حال تھا، ان میں سے بعض (شہزادہ مرزا مغل وغیرہ) مقرب بارگاہ اور رازدار بھی تھے۔۔یہ سب کے سب جو جی چاہتا تھا کرتے تھے۔اپنی آراء پر عمل پیرا ہوتے تھے لیکن اس کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔اور وہ سردار ایسا ضعیف الرائے ناتجربہ کار تھا کہ کچھ جانتا ہی نہ تھا۔اس سے عجیب عجیب حرکتیں سرزد ہوتی تھیں کوئی کام اپنی رائے سے نہ کر سکتا تھا، نہ اچھا برا سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، نہ کسی کو خفیہ یا علی الاعلان کوئی حکم دے سکتا تھا، نہ کسی کو نفع و ضرر پہنچانے کی طاقت رکھتا تھا۔

یہ سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ بعض شہر و دیہہ سے بہادر مسلمانوں کی ایک جماعت (مولوی ابو سعید وغیرہ) علماء اور ائمہ اجتہاد سے جہاد کے وجوب کا فتویٰ لے کر جدال و قتال کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ادھر اس ناتجربہ کار سردار نے اپنے بعض ناعاقبت اندیش، بے وقوف، خائن اور بزدل اولاد (مرزا مغل و خضر سلطان وغیرہ) کو امیر لشکر بنادیا، یہ لوگ دیانتدار عقلمندوں سے متنفر تھے۔انہیں نہ تو میدان کارزار ہی سے کبھی واسطہ پڑا تھا اور نہ کبھی شمشیرزنی اور نیزہ بازی کا ہی موقعہ ہوا تھا۔انہوں نے بازاری لوگوں کو اپنا ہم نشین و جلیس بنالیا، اس طرح یہ ناآزمودہ کار آرام طلبی، اسراف بیجا اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔

وہ تنگدست ہو چکے تھے پھر مالدار ہو گئے جب مالدار ہو گئے تو عیش پرستیوں میں پڑ گئے لوگوں سے، لشکروں کے ساز و سامان کے بہانے سے کافی مقدار میں مال جمع کرتے تھے اور اس میں سے ایک سکہ بھی کسی لشکری پر خرچ نہ کرتے تھے جو کچھ وصول کرتے تھے، خود کھا جاتے تھے۔یہاں تک بھی غنیمت تھا لیکن ان کو تو زنانِ فاحشہ و تباہ کار نے طلایہ کی قیادت اور کنیزوں کی شب باشی نے لشکروں کے ساتھ رات کو چلنے سے روک دیا اور آلات عیش و طرب نے آرام طلبی میں ڈال کر مقدمۃ الجیش سے بھی پیچھے کر دیا۔ان کے دلوں میں نامردی اور ذلیل اندیشہ بیٹھ گیا، اسی نے ان کو وسط لشکر میں ثابت قدمی

سے روکا، شومئ قسمت نے میمنہ سے اور قمار و تونگری نے میسرہ سے باز رکھا، ان کے خوشامدی اور بازاری ہم صحبتوں نے ساقہ (پچھلا دستہ) سے بھی علیحدہ رکھا۔ ایسا ہی ہوا کرتا ہے جب کسی نااہل کو کوئی بڑا کام سپرد کیا جاتا ہے اور کمزور پر بھاری بوجھ لادا جاتا ہے۔ وہ رات سو کر اور دن بدمست ہو کر گزارتے، جب بیدار و ہشیار ہوتے تو غافل و حیران پھرتے۔

نوبت بہ اینجا رسید کہ نصاریٰ کا لشکر ان پر آکر ٹوٹ پڑا۔ ایک بلند پہاڑی پر چڑھ کر شہر کا رخ کر دیا۔ شہر کا محاصرہ کر کے خندقیں کھود ڈالیں، پہاڑی پر توپیں اور منجنیقیں نصب کر کے شہر پناہ اور مکانات پر گولہ باری شروع کر دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بجلیاں اور تارے ٹوٹ ٹوٹ کر عمارتوں پر گر رہے ہیں۔ ہندوستانیوں کا برسرپیکار اور باغی لشکر مختلف ٹولیوں میں تقسیم تھا، بعض گروہ کا کوئی جنرل ہی نہ تھا، بعض کو جائے پناہ بھی میسر نہ تھی، بعض کی طاقت فقر و فاقہ نے سلب کر کے ہاتھ پاؤں توڑ کر بٹھا دیا تھا کچھ تھوڑا سا مال غنیمت ہاتھ لگنے سے بے نیاز ہو گئے تھے، کچھ ترسان و لرزاں قلب کے ساتھ بھاگ چھوٹے تھے، بعض طغیان و سرکشی سے بدکار عورتوں پر قبضہ جما بیٹھے، بعض نے میدان جہاد کے تنگ و سخت فوجی کپڑے پہن کر صفوف جنگ میں داخل ہونے کو برا جانا، صرف ایک گروہ نصاریٰ کا جواب دیتے ہوئے بہادری سے لڑتا رہا۔ نصاریٰ جب لڑتے لڑتے تھک گئے اور پست ہو گئے تو غربی ہندوؤں سے مدد و معاونت کے طالب ہوئے۔ ہندوؤں نے کثیر لشکر اور ساز و سامان حرب سے تھوڑی سی مدت میں پے در پے مدد کی، تب تو نصاریٰ نے سخت لڑائی ٹھان دی اور اس پہاڑی پر بہت سا لشکر اور مددگار و معاون جمع کر لیے۔ ان لشکریوں میں گورے منہ کے گروہ بھی تھے اور ذلیل ترین ہندو اجیر بھی اور وہ بدبخت و بدکیش مسلمان بھی جو ایمان کے بعد نصاریٰ کی محبت میں مرتد ہو کر اپنے دین کو چند ٹکوں کے بالعوض بیچ چکے تھے۔

ہزاروں شہری بھی نصاریٰ کی محبت کا دم بھرنے لگے اور تمام ہندوان کے ساتھ

ہو گئے مسلمانوں میں دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ تو ان (غیر ملکیوں) کا جانی دشمن تھا،
دوسرا گروہ ان کی محبت میں اس درجہ غلو رکھتا تھا کہ اس نے ہندوستانی لشکر کی بربادی،
مجاہدین کی شوکت و وقار کی خواری اور ان کے قلع و قمع کرنے میں مکر و حیلہ سے کوئی کسر
نہ اٹھا رکھی تھی، ان کے اندر افتراق و انشقاق پھیلانا ان کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ پھر تو
نصاریٰ شہر اور اس کے پھاٹکوں، دربانوں اور محافظوں پر حملہ کرنے لگے ادھر جماعت
مجاہدین اور لشکریوں کے ایک بہادر گروہ نے ان کے حملوں کو روکنا اور ان کے مقاصد
میں حائل ہونا اپنے لئے اہم ترین فرض قرار دیا۔ دن رات پیدل اور سوار داد شجاعت
دینے لگے۔ چار مہینے (مئی ۱۸۵۷ء سے ستمبر ۱۸۵۷ء) تک متواتر جنگ ہوتی رہی، دشمن
اس مدت میں کثیر لاؤ لشکر اور ساز و سامان کے باوجود شہر میں داخل نہ ہو سکا۔ جب بھی
حملہ کرتے تھے روکے جاتے تھے، بہادر اور نگہبان غازی بڑے زور شور سے یلغار کو روک
رہے تھے، مدافعت و مبارزت میں خوب خوب جوہر دکھا رہے تھے۔ مقابلے میں ثابت
قدم تھے اور ہر پیشقدمی کرنے والے پر آگے بڑھ کر حملہ آور تھے۔ ان میں سے بہت سے
جامِ شہادت پی کر سعادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے بے شک "نیکو کاروں کے لئے
بہشت، حوریں اور اس سے بڑھ چڑھ کر بھی نعمتیں ہیں"۔

اب مجاہدین کی ایک مختصر جماعت باقی رہ گئی جو بھوک پیاس برداشت کر کے
رات گذارتی اور صبح ہوتے ہی دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ کر نبرد آزما ہوتی۔ لشکریوں کی
ایک جماعت کے ساتھ مل کر یہی شہر پناہ کی حفاظت اور شہری سرحدات کی نگہداشت
کرتی۔ بد قسمتی سے ایک شب کو پہاڑی کی محاذی کمین گاہ پر ایک عیش پرست، بزدل اور
کسل مند جماعت مقرر کر دی گئی وہ اپنے ہتھیار اتار کر آرام کی نیند سو گئی، دشمن نے
موقعہ غنیمت سمجھ کر شبخون مارا اور ہتھیاروں پر قبضہ کر کے اسے قیامت تک کے لئے
سلا دیا۔ جب نصاریٰ نے اس کمین گاہ پر قبضہ کر لیا تو بہت سی توپیں اور منجنیقیں نزدیک
ترین شہر پناہ اور قریب ترین برج پر ان کے گرانے اور محاذی پھاٹک کھولنے کے لئے لگا

دیں اور دن رات گو پھنوں اور بندوقوں سے گولیوں کا مینہ برسانا شروع کر دیا جس سے
شہر پناہ کی دیوار اور برجوں میں شگاف پڑ گئے، پھاٹک گر پڑا اور امیدوں کے رشتے ہاتھ سے
چھوٹ گئے، حائل پردہ درمیان سے اٹھ گیا، کوئی لشکری اٹھنے بیٹھنے کی وہاں قدرت نہ
رکھتا تھا نہ دیوار پر چڑھ کر جھانک سکتا تھا، جو جھانکتا تھا گولی کا نشانہ بن کر خندق میں جا
پڑتا تھا۔

اب نصاریٰ نے یہ چال چلی کہ ایک لشکر دوسرے دروازے کی طرف روانہ کیا تا
کہ دوسری طرف سے حملہ محسوس کیا جائے۔ یہ دیکھ کر مجاہدین اور لشکریوں کا گروہ ادھر
متوجہ ہو گیا اور دشمن کا مکر نہ سمجھتے ہوئے وہاں مدافعت میں مشغول ہو گیا۔ یہ موقعہ
پا کر نصاریٰ اور ان کا لشکر اسی گرے ہوئے پھاٹک، ٹوٹی ہوئی دیوار، اور منہدم برج سے
داخل شہر ہو گئے، وہاں انہیں کوئی مزاحم و مدافع نہیں ملا۔ پس وہ تلاش کر کے ان لوگوں
کے گھروں میں پہنچ گئے جو پہلے ہی سے ان کے معاون و مددگار بن چکے تھے۔ انہوں نے
فوراً ان کی حفاظت کا گھروں میں انتظام کیا اور جلد جلد پہلے سے تیار شدہ ضیافت سے
نوازا۔ انہیں خوب پیٹ بھر کر گوشت اور دودھ کھلایا پلایا اور تمام ضرورت کی چیزیں
مہیا کیں۔ مکانوں کے دروازے بند کر کے دیواروں میں روزن کر دیئے تا کہ جو باغی ادھر
آنکلے اس پر گولی چلا کر اپنی حفاظت کر سکیں چنانچہ جو لشکری یا شہری ادھر آنکلتا یہ بندوق
چلا کر مار ڈالتے، اور مقابل کا ان پر کوئی قابو نہ چلتا تھا۔

وہ فرصت کے منتظر رہتے تھے کہ موقعہ پا کر اپنے دوستوں کے گھروں کی طرح
دوسرے گھروں میں بھی پہنچکر انہیں شب و روز کی آرام گاہ بنائیں لیکن وہ لعنتی جب بھی
نکلتے پکڑ کر قتل کر دیئے جاتے۔ اس لئے جہاں ان کو مقابلہ کا اندیشہ ہوتا وہاں بہت کم
نکلتے، اس کے باوجود انہیں پہاڑی سے مسلسل مدد پہنچ رہی تھی اور ہر عیسائی دوست ہندو
ان کی مدد میں پیش پیش تھا۔ بڑی مصیبت یہ آپڑی تھی کہ شہر میں نہ کوئی جائے پناہ رہی
تھی اور نہ حاکم ہی رہا تھا کیونکہ حاکم (بادشاہ) اپنے اہل و عیال کو لے کر شہر سے تین میل

دور مقبرہ (مقبرہ ہمایوں) میں جا چکا تھا وہ دراصل اپنی بیگم اور خائن وزیر کا مطیع تھا، جس نے کذب و بہتان سے کام لے کر دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر بادشاہ کو پھسلایا تھا کہ نصاریٰ قابض ہونے کے بعد اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اسی کو بزرگی و سرداری بخش دیں گے وہ فریب خوردہ ان شیطانی وعدوں اور ابلیسی آرزوؤں پر خوش تھا، بادشاہ کے ساتھ اس کے تمام امراء و متعلقین بھی اپنے اہل و عیال کو لے کر، گھروں میں مال و متاع چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

ان سب کے شہر چھوڑ کر چلے جانے سے شہریوں پر سراسیمگی و رعب طاری ہو جانا قدرتی امر تھا مرعوب و متاثر لوگ بھی مکان چھوڑ بھاگے۔ جب شہر کے مکان مکینوں سے خالی ہو گئے تو نصاریٰ اور ان کا لشکر ان میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے مال و متاع لوٹنا، باقی ماندہ ضعیفوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ بہادرانِ شہر میں سے ایک بھی ایسا نہ بچا تھا جو ان کا کسی اعتبار سے مقابلہ کر سکتا۔ باغی لشکروں میں سے بعض تو نصاریٰ کے قبضہ سے پہلے ہی بھاگ گئے، بعض قبضہ کے بعد ثابت قدم نہ رہ سکے، بعض کئی بار شہر میں مصروفِ کارزار رہ کر بے دم ہو چکے تھے، اب بنیوں اور دوسرے ہندوؤں نے جو نصاریٰ کے دوست تھے اور بادشاہ کے ان کارپردازوں (مرزا الٰہی بخش وغیرہ) نے جو مجاہد گروہ کے دشمن تھے، ایسی تدبیر سوچی جس سے شہریوں اور لشکریوں کو ہلاک کر سکیں، انہوں نے وہ سب غلہ جو بنیوں کے پاس تھا، چھپا دیا اور دیہات و قصبات سے جو ان کے پاس اناج آتا رہتا تھا وہ روک دیا، یہ تدبیر کارگر ہوئی لشکری اور شہری بھوک، پیاس، سوزش اور بے چینی سے دن رات گذارنے لگے اور بالآخر مجبور و پریشان ہو کر بھاگ چھوٹے، پھر تو نصاریٰ نے شہر کے پھاٹک، شہر پناہ، قلعہ، بازار اور مکانوں پر مکمل قبضہ جما لیا۔

اس وقت دہلی میں میرے اکثر اہل و عیال (مولوی شمس الحق اور ان کی والدہ وغیرہ) موجود تھے اور مجھے بلایا بھی گیا تھا، ساتھ ہی فلاح و کامیابی، کشائش و شادمانی کی

امید بھی تھی، جو کچھ ہونے والا تھا وہ تو پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا میں نے دہلی کا رخ کر دیا۔ وہاں پہنچ کر اہل و عیال سے ملا، اپنی عقل اور فہم کے مطابق لوگوں کو اپنی رائے اور مشورہ سے آگاہ کیا لیکن نہ انہوں نے میرا مشورہ قبول کیا اور نہ میری بات مانی۔ جب نصاریٰ کا شہر پر اچھی طرح قبضہ ہو گیا اور کوئی لشکری و شہری باقی نہ رہا، غلہ اور پانی دشمنوں کے ظلم و استبداد کی وجہ سے ناپید ہو گیا تو پانچ شبانہ روز اسی حالت میں گذار کر اپنی عزیز ترین متاع کتابیں، مال و اسباب چھوڑ کر (بار برداری کا انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے) خدا پر بھروسہ کر کے اہل و عیال کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ شہر اور اس کے مال و دولت پر سفید رو لشکریوں کے ذریعہ قابض ہو کر نصاریٰ کی تمام تر توجہ، بادشاہ اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے پکڑنے کی طرف مبذول ہوئی۔ ان سب نے اب تک اپنا مستقر (مقبرہ) نہ چھوڑا تھا، تقدیر الٰہی نے وہیں برقرار رکھا تھا۔ انہیں اپنے جھوٹے اور مکار وزیر کی کذب بیانی پر اعتماد تھا۔ وہ اس مقبرہ میں بڑے خوش اور مگن تھے، مخدوم بنے ہوئے دن گذار رہے تھے۔

اس فریب خوردگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسرت کشیدہ، دل تپیدہ، بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ پابزنجیر شہر کی طرف لے جایا گیا۔ راستے میں بیٹوں اور پوتوں کو کسی سردار (میجر ہڈسن) نے بندوق کا نشانہ بنایا، دھڑوں میں پھینک کر سروں کو خوان میں لگا کر بادشاہ کے سامنے تحفہ پیش کیا پھر ان سروں کو بھی کچل کر پھینک دیا۔ بادشاہ کو گورے منہ، سیاہ دل، گندمی بال اور کنجی آنکھ والوں کی حراست میں سوئی کے سوراخ سے بھی تنگ کوٹھری میں مقید کر دیا۔ پھر اس وسیع ملک سے نکال کر دور دراز جزیرہ (رنگون) میں پہنچا دیا۔ بادشاہ کے ساتھ اس بیگم کو بھی روانہ کیا گیا جو نصاریٰ کی اس وقت بھی مطیع و دوست تھی جبکہ وہ حقیقت میں ملکہ تھی۔ وہ اپنی آرزوں (بیٹے کو جانشین بنانے) میں ناکام رہی، اس کا جمع کردہ مال بھی چھین لیا گیا۔ وہ زینت (زینت محل اس ملکہ کا نام تھا) بننے کے بعد بدصورت اور حفاظت کے بعد بدہیئت بنی۔ بادشاہ کی قوم میں سے جو بھی ملتا

اس کی گردن مار دی جاتی یا پھانسی دی جاتی جیسا کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی عمل کیا گیا ان کمزوروں میں سے وہی بچ سکا جو رات میں چھپ کر یا دن میں نظریں بچا کر تیزی سے بھاگ گیا۔ اور ایسے خوش نصیب بہت کم تھے۔

پھر نصاریٰ نے شہر کے گردونواح کے رئیسوں اور سرداروں کو قتل کرنا، ان کی جائداد، عمارتیں، مویشی، مال و متاع، ہاتھی، گھوڑے، اونٹ اور ہتھیاروں وغیرہ کو لوٹنا شروع کیا۔ اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کے اہل و عیال کو بھی قتل کر ڈالا حالانکہ یہ سب رعایا بن چکے تھے اور ڈر یا لالچ سے فرمانبردار بن ہی جاتے انہوں نے تمام راستوں پر چوکیاں بٹھا دیں تاکہ بھاگنے والوں کو پکڑ پکڑ لایا جائے ہزاروں بھاگنے والوں میں تھوڑے ہی بچ پائے، باقی سب پکڑے گئے۔ ان لوگوں کے پاس جو کچھ چاندی سونا نکلتا پہلے تو وہ چھین لیتے، پھر چادر، تہ بند، قمیض، پاجامہ جو کچھ ہاتھ لگتا نہ چھوڑتے۔ اس کے بعد افسروں کے پاس پہنچا دیتے، وہ ان کے لئے قتل یا پھانسی کی سزا کا فیصلہ کرتے، جوان، بوڑھا، شریف، اور رذیل سب کے ساتھ یہی سلوک ہوتا۔ اس طرح پھانسی پانے والوں اور قتل ہونے والوں کی تعداد ہزارہا تک پہنچ گئی۔ ظالموں کے ظلم کا شکار اکثر و بیشتر مسلمان تھے۔ ہندوؤں میں سے صرف وہ مارے گئے جن کے متعلق دشمن و معاند ہونے کا یقین تھا، اور مسلمانوں میں سے فقط وہ بچ سکے جو کسی نہ کسی طرح وہاں سے ہجرت کر گئے تھے یا وہ جو نصاریٰ کے ناصر اور اپنے دین و مذہب میں قاصر تھے۔ یا وہ جوان کے جاسوس اور اللہ کی رحمت سے مایوس تھے انھیں میں سے بادشاہ کا وہ عامل (حکیم احسن اللہ خاں) بھی تھا جس نے نصاریٰ کو مسلط کر کے حاکم بنایا تھا لیکن اسے امیدوں کی محرومی اور ناکامی کی حسرت کا غم اٹھانا پڑا۔ اس کا حال متغیر ہو گیا، زمانے میں ذلیل و خوار ہو کر جیا، دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان میں رہا اور یہی کھلا ہوا نقصان ہے۔

ادھر نصاریٰ نے ماتحت ہندو رؤسا کے پاس پیغام بھیجا کہ جو شخص بھی تمہارے علاقہ میں سے گذرے اسے پکڑ لیا جائے ان بداطواروں نے کافی تعداد میں مسافروں اور

مہاجروں کو پکڑ کر نصرانی سرداروں کے پاس پہنچادیا۔ان ظالموں نے سب کو مار ڈالا، نہ کوئی عالی خاندان فرد بچ سکا نہ کسی ادنیٰ انسان کو چھٹکارا نصیب ہوا۔ پھر اطراف واکناف ملک میں لشکر بھیجے جنہوں نے قتل وغارت گری کی انتہا کر دی ۔اس ابتلاء عظیم میں پردہ نشین خواتین پیدل نکل کھڑی ہوئیں، ان میں بوڑھی اور عمر رسیدہ بھی تھیں جو تھک کر عاجز ہو گئیں بہت سی خوف کی وجہ سے جان دے بیٹھیں ۔اور پچاسیوں عفت و عصمت کی بنا پر ڈوب کر مر گئیں، اکثر پکڑ کر قیدی بنالی گئیں اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئیں، کچھ کو بعض رذیلوں نے لونڈیاں بنالیا اور بعض چند ٹکوں کے بالعوض بیچ ڈالی گئیں، بہت سی بھوک پیاس کی تاب نہ لا کر مر گئیں، بہت سی ایسی غائب ہوئیں کہ پھر نہ لوٹ کر ہی آئیں اور نہ کچھ ان کا پتہ ہی چل سکا۔

ہزاروں عورتیں اپنے سرپرستوں، شوہروں، باپوں، بیٹوں اور بھائیوں سے جدا کر دی گئیں جب کہ وہ ایسی مصیبت کا زمانہ تھا جو قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا کہ اس دن انسان اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی، اولاد اور اہل خاندان سے بھاگتا نظر آئے گا۔ بہت سی صبح کی سہاگن عورتیں شام کو بیوہ بن گئیں اور شب کو آغوشِ پدر میں سونے والے بچے صبح کو یتیم ہو کر اٹھے، کتنی ہی عورتیں اپنی اولاد وغیرہ کے غم میں گریہ وزاری کرتی تھیں اور کتنے مردوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا، شہر چٹیل میدان اور بے آب و گیاہ جنگل بن گیا تھا اور شہری تباہ و برباد و منتشر ہو گئے تھے ۔اس کے بعد نصاریٰ کی توجہ مشرقی شہروں اور دیہات کی طرف مبذول ہوئی وہاں بھی بڑا فساد مچایا، قتل، غارتگری اور پھانسی کا بازار گرم کر دیا، بے شمار مرد اور پردہ نشین مستورات موت کے گھاٹ اتر گئے ۔اور سینکڑوں، ہزاروں رعایا کے آدمی مار ڈالے گئے۔

میرا کیا پوچھنا، میں اپنے وطن مالوف (خیر آباد) کی طرف چلا جارہا تھا۔ راستہ خوفناک اور رہگذار اندوہناک تھا۔میرے اور وطن کے درمیان کئی خوف و خطرہ سے بھری ہوئی منزلیں تھیں ۔نصاریٰ اور ان کا لشکر دن رات تلاش و تجسس میں سرگرداں

رہتا۔ جاٹوں کو مسافروں کے مار ڈالنے، ڈرانے، لوٹنے ڈاکہ ڈالنے کی کھلی چھٹی دے دی
گئی تھی۔ انہوں نے سارے نا کے بند کر رکھے تھے اور کسی گھاٹ پر کوئی کشتی یا ناؤ تک
نہ چھوڑی تھی، کشتیوں کو پھاڑ ڈالتے بلکہ خراب کر کے غرق کر دیتے یا جلا ڈالتے۔ ملاحوں
کو روک دیا تھا تاکہ کوئی سیاح یا کوئی مسافر کسی وقت بھی ادھر سے گذر نہ سکے۔ خدائے
مالک الملک نے مجھے اور میرے متعلقین کو ہر مصیبت وہلاکت سے محفوظ رکھ کر پل اور
کشتی کی مدد کے بغیر دریاؤں اور نہروں کو عبور کرا کے نجات دی اور ہم سب کو آفات
مسافات، مہالک مسالک، حوادث راہ، اور مصائب گذرگاہ سے محفوظ و مامون رکھا اور
اپنی پوری حفاظت، کامل حمایت، مکمل نعمت اور بیشمار رحمت کے ساتھ ہمیں اپنے جوار
و دیار اور احباب ورشتہ دار تک پہنچایا۔ ہم خدا کی اس بے پناہ عنایت اور تمام آفات سے
حفاظت پر اس کا شکر بجالائے۔

نصاریٰ کے باغی گروہوں اور ہمارے نواح کے متعدد لشکروں نے اپنے سابق
معزول والی (واجد علی شاہ اختر) کی ایک بیگم (حضرت محل) اور اس کے ایک ناتجربہ کار
اور ناسمجھ لڑکے (برجیس قدر) کو امیر و حاکم بنا ڈالا۔ نصاریٰ نے اس والی سے اس کا ملک
چھین لیا تھا، وہ بڑا واہی ولاہی تھا۔ عیش وطرب میں منہمک، انتظام ملکی سے غافل، عقل
و خرد سے بیگانہ اور نقض عہد و میثاق میں یگانہ تھا۔ نصاریٰ کی عملداری ختم ہونے پر وہ
ملکہ مالکہ بن گئی۔ اس کا لڑکا چھوٹا، ناتجربہ کار، نازپروردہ، ہم سنوں کے ساتھ کھیلنے والا،
اور دشمن سے لاپرواہ تھا۔ تدبیر امور مملکت، اجراء احکام اور قیادت فوج کی صلاحیت نہ
رکھتا تھا۔ اس کے اعیانِ سلطنت اور ارکانِ دولت سب کے سب نااہل، سست، بزدل،
احمق، خائن اور غیر دیانتدار تھے۔ اکثر ذلیل اور بعض بندگانِ زر تھے۔ ان میں بے وقوف
عیش پرست، نادان، بلند آواز، سست، منافق چرب زبان، ذلیل، غلام زادہ، حیران و
پریشان، ظالم و جابر، حیلہ ساز و متکبر، خائن و مکار، بندہ زر و غیبت خور، سبھی قسم کے
لوگ تھے۔ بعض ایسے بھاگنے والے مدبر تھے کہ ان کی تدبیر، تباہی و بربادی وادبار کی

طرف لیجاتی تھی اور صاحب نظر افراد کو عبرت کے عجیب عجیب مناظر دکھاتی تھی۔ ان میں سے اکثر نصاریٰ کے معاون و مددگار اور محب وفا شعار تھے اور یہ سب کے سب دشمن کی ہلاکت خیز تدبیروں سے ناواقف اور ان کی مصلحت اندیشی سے بے خبر تھے۔

نصاریٰ اپنے بچوں اور عورتوں کے ساتھ شہر (لکھنؤ) میں محصور مگر مخالف گروہ کی ناقص تدبیروں کی وجہ سے اپنے مکانوں میں محفوظ تھے۔ نصاریٰ نے خندقیں کھود کر اور حصار بنا کر ان مکانوں کو قلعہ کی شکل دے لی تھی، مقابل لشکر ان پر حملہ آور ہو کر پسپا ہو جاتا تھا۔ جو کچھ کہتا وہ کر نہ پاتا تھا۔ اسی حالت میں محصورین کی امداد کے لئے سفید رو گروہ آگیا۔ شہر میں داخل ہونے لگا تو بہادر غازیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بہت سے گورے مارے گئے، باقی ماندہ دل شکستہ اور حسرت زدہ ہو کر محصورین تک پہنچ گئے۔ پھر تازہ دم ہو کر یہ مکانوں سے نکلے تو بزدلی اور کوتاہی کی وجہ سے کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ نصاریٰ نے شہر سے دو میل دور باغ پر قبضہ جما لیا اور قوت و بہادری سے اسی کو اپنا گڑھ بنا لیا۔ وہاں مدد پر مدد اور سامان پر سامان جمع کر لیا۔ وہ لشکر جو شہر میں پہلے سے موجود تھے اور وہ جو دہلی (جنرل بخت خاں و شہزادہ فیروز شاہ وغیرہ) سے بھاگ کر بیگم کی پناہ میں آگئے تھے جن کو ملکہ نے قدر و منزلت کے ساتھ جود و بخشش سے نوازا تھا اور تنخواہ دار سپاہیوں کا وہ جم غفیر جو حرب و ضرب سے نابلد، اسلحہ بندی سے ناواقف اور مصلحت و معرکہ سے ناآشنا تھا۔ یہ سب اس باغ پر خندقیں کھود کر اور کمین گاہ بنا کر جا ڈٹے۔

دونوں فریقوں میں ایک مدت تک مقابلہ و مقاتلہ اور نیزہ بازی و تیر اندازی ہوتی رہی۔ تنگ آکر نصاریٰ نے پہاڑوں کے والی سے مدد مانگی۔ اس نے ان کی آرزو کے مطابق تیس ہزار سے زیادہ پہاڑی لشکر بھیجکر مدد کی۔ اب تو نصاریٰ، ان کی گوری فوجوں، کرایہ کے سپاہیوں اور لالچی معاونوں نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ یہ حملے بڑے سخت، متواتر اور مسلسل تھے جنہوں نے مقاتلین کو ان کی جگہ سے ہلا دیا اور ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ وہ کمین گاہوں سے ایسی بری طرح بھاگے کہ شہروں کی سرحدوں پر بھی نہ

ٹھہر سکے ۔ ملکہ اور اس کے لڑکے کو تنہا محل میں چھوڑ بھاگے ان دونوں سے وقت پر بہت
سے ارکان دولت ، اعیان سلطنت نے دغا کی اور وہ دیہاتی جوان کے علاقہ سے ان کی مدد و
اعانت ، عزت و آبرو ، مال و دولت کی صیانت و حفاظت کے لئے آئے تھے عہد شکنی کر کے
اور کفر کو ایمان سے بدل کر منافق بن گئے نصاریٰ کی موافقت و رفاقت کرنے لگے
نصاریٰ مع معاونین شہر میں داخل ہو گئے ، شہر کے رہنے والے گھروں کو خالی کر کے نکل
گئے ۔ نصاریٰ اور ان کی گوری فوج اور مددگاروں نے اس محل شاہی کا جس میں ملکہ تھی
محاصرہ کر لیا ۔ بیگم اپنے ولی عہد اور دو سہیلیوں کو لے کر محصور محل کی پشت سے نکل کر
دوسرے محلہ میں تیزی سے پیدل پہنچ گئی ۔

تین دن شہر میں رہ کر بھاگے ہوئے لشکر کو واپس کرنے اور اس سے مدد حاصل
کرنے کی کوشش کرتی رہی ۔ وہ لشکر ایسا دہشت زدہ ہو چکا تھا کہ کسی صورت سے اس
نازک موقعہ پر دستگیری کو تیار نہ ہوا ، نہ ان میں سے کوئی متنفس لوٹا اور نہ شہر بھر میں
کہیں جائے پناہ ہی رہی ۔ آخر کار بیگم اپنے اعوان و انصار سے مایوس ہو کر ولی عہد اور چند
ساتھیوں کو ساتھ لے کر چٹیل میدان ، اور بے آب و گیاہ جنگل کی طرف چل کھڑی ہوئی
اب اس کے گرد کمزور دل سواروں کی کچھ جماعتیں ، پیدل مردوں کا انبوہ کثیر شہریوں اور
عزت دار عورتوں کی کافی تعداد آکر جمع ہو گئی ، وہ شہری ننگے بدن اور ننگے پاؤں تھے حالانکہ
سرداروں میں سے تھے اور عورتیں ننگے پاؤں اور بے پردہ تھیں ، حالانکہ گرامی قدر ، پردہ
نشین اور محل سراؤں کی رہنے والی تھیں ، وہ سر سبز و شاداب خطوں سے چٹیل میدانوں
کی طرف پھینک دی گئیں ۔ وہ پیوندوں کے کپڑے پہن کر ستر پوشی کرتی تھیں اور برقعے
نہ ہونے سے اسی پر اکتفا کرتیں ، ایک میدان سے دوسرے میدان میں پہنچتیں ، بے
پردگی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ۔ وہ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتی تھیں پھر دور
دراز جنگل اور پر خطر میدان میں ڈال دی گئیں ، ان لوگوں کو محلات ، پائگاہیں اور
دیاتیں چھوڑنا پڑیں حالانکہ وہ ان سے ذرا بھی ہٹنا نہ چاہتے تھے یہاں تک کہ حال متغیر ،

وبال نازل اور ہلاکت عام ہو گئی ۔ یہ ایسی مہلک مصیبت نازل ہوئی جس نے شہروں کو میدان، آزادوں کو غلام، مالداروں کو فقیر و مسکین اور شریفوں کو خوار و ذلیل بنا دیا۔ وہ اپنے اہل و عیال میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہے تھے، خوش حال اور فارغ البال تھے کہ مجبور ہو کر نکلنا پڑا۔ فقیری و تنگدستی نے ہمسنوں کی مجالست اور اضطراب و اضطرار نے برابر والوں کی رفاقت سے دور کر دیا۔

رونے والے آہ و زاری، بیمار فریاد و شیون کرتے، آرزو مند چلاتے اور حسرت کشیدہ انا للہ پڑھتے، بچے اپنی ماؤں کے سینوں سے قبل از وقت جدا کر دیئے گئے تھے، بوڑھے اور جوان حاجتوں کے پورا کرنے سے ناامید تھے، نہ ان کا کوئی ٹھکانہ تھا، نہ بیماری کی دوا تھی۔ ان کے دل خالی تھے، ان میں نہ کوئی خواہش تھی نہ انہیں کوئی بات بھاتی تھی، زندگی اور موت ان کے لئے دونوں برابر تھے، وہ مسرت و شادمانی، تخت شاہی دیباج و حریر، میوے، خوش طبعی، عیش و عشرت، نظافت و نزاہت، نزاکت و نعمت، نغمہ و سرود، مال و دولت، خیر سگالی و مروت میں پلے تھے۔ آج ان کی راہ میں کانٹے ہیں سامان و زادِ راہ کا پتہ نہیں، کپڑے بوسیدہ ہیں اور عیش و راحت میں کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں معاف کرے اور ظالموں کو سخت گرفت میں لے۔

پھر والیہ یعنی حضرت عالیہ، اس لشکر کو جو بھاگ کر اس کی پناہ میں آگیا تھا اور دوسرے ساتھیوں کو لے کر ایسے دریاؤں اور نہروں سے گذری جن سے بغیر کشتی کے عبور مشکل و دشوار تھا۔ وہ شمالی ملک میں دریا کے کنارے ایک گاؤں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اقامت گزیں ہو گئی اور دریا کے گھاٹوں پر سوار، پیادے بٹھا دیئے کہ تمام کشتیوں پر قبضہ کر لیں اور دشمنوں کو دریا عبور نہ کرنے دیں۔ اس نے انتظام رعایا اور حصولِ خراج کے لئے شہروں اور قصبات و دیہات میں عامل بھیج دیئے لشکروں کو آراستہ کر کے اپنے اس دارالسلطنت کے قریبی مورچوں پر جس پر اب نصاریٰ کا قبضہ ہو چکا تھا، بھیج دیا تا کہ اگر دشمن ادھر کا قصد کرے تو اس سے ڈٹ کر مقابلہ و مقاتلہ،

مزاحمت و مجادلہ کیا جائے، لیکن یہ تمام امور مہمہ اور ان کا اہتمام و انصرام ایسے ذلیل، غافل اور متحیر عامل (نواب احمد علی خان عرف ممو خان) کو سونپا گیا تھا جو کسی طرح اس کا اہل نہ تھا، وہ صحیح مشورہ سے گریزاں اور جہل سے ہمکنار تھا۔ آسان بات کو سخت اور دشوار کو آسان سمجھتا۔ وہ ذلیل، احمق اور بزدل تھا۔ اس نے مکالمت اور مشاورت، مجالست اور منادمت کے لئے احمق، جاہل اور ذلیل طبقہ کو چن رکھا تھا۔ وہ نخوت و غرور کی بنا پر شریف سرداروں اور عقلمند رہنماؤں سے بچتا اور اپنے ہی اہل خاندان اور اعزہ میں سے جاہلوں اور احمقوں کو مصاحب و حاکم بناتا۔ چنانچہ اس ناتجربہ کار نے ان لشکروں پر کمین، ذلیل، بزدل اور رذیل لوگوں کو سردار بنا دیا۔ وہ بڑے ہی لالچی تھے۔ جو کچھ لشکریوں کو خوراک وغیرہ دی جاتی، کھا جاتے۔ وہ بددیانت تھے۔ اپنی کمینہ پروری کی وجہ سے ان کے غلہ اور جنس میں خیانت کرتے اور گراں فروشی کے مرتکب ہوتے۔ ہر آواز کو دشمن کی آواز سمجھتے ہمیشہ اضطراب کے ساتھ خوف کی وجہ سے لرزتے رہتے۔ کسی وقت بھی ان کو راحت و سکون میسر نہ تھا۔ بزدلی سے ہر آواز کو موت کا پیش خیمہ اور ہر صدا کو موت کی پکار سمجھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کمینے دشمنوں کے سامنے محبت و حاجت کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں۔

نصاریٰ دارالسلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد وہیں ڈٹے رہے اطراف و جوانب کی طرف نہ نکلے، انہوں نے گردونواح کے کافروں، دیہاتیوں اور کاشتکاروں کی تالیف قلب شروع کردی۔ ان کی خطاؤں کو درگذر، ان کے خراج میں تخفیف اور تاوانوں میں کمی کی۔ اس مہربانی پر وہ مطیع و فرمانبردار اور معاون و مددگار بن گئے۔ ادھر سے مطمئن ہو کر اطراف ملک میں شہر و دیہات پر قبضہ کرنے کے لئے نصاریٰ نکل کھڑے ہوئے۔

جب نصاریٰ اس مقام (نواب گنج ضلع بارہ بنکی) کی طرف متوجہ ہوئے جو دارالسلطنت سے جانب شمال آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور جس میں سوار، پیادے اور وہ رذیل و ذلیل قائد عظیم بھی تھا تو وہ کمین قائد ان کی آمد کی خبر سن کر ہی اپنے ذلیل سرداروں کے

ساتھ بھاگ گیا۔ بہادر ہندوؤں کی تھوڑی سی تعداد اپنے گاؤں کے بہادر مکھیا کے ساتھ مقابلہ پر ڈٹ گئی۔ یہ سو سے زیادہ نہ تھے۔ دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اتار کر خود بھی کٹ گئے۔ وہ فرار کی عار برداشت نہیں کر سکتے تھے اور بھگوڑے قائد کی طرف کافی لشکر اور سازو سامان کے ہوتے ہوئے بھی انہیں کوئی مدد نہیں پہنچ سکی تھی۔ نصاریٰ نے جب اس گاؤں کو جس میں وہ نامرد وخائن، عامل نگہداشت کے لئے موجود تھا، خالی اور ویران پایا تو اس پر قبضہ جما کر اپنا مضبوط و محفوظ قلعہ بنالیا۔ وہیں فوج جمع کرلی اور مدت تک وہیں مقیم رہے وہ ایک میل بھی نکل کر نہ گئے۔ وہ سردارانِ لشکر کی امیدوں کی تکمیل اور ان خائنوں کے ایفاء عہود کے منتظر تھے اسی لئے ایفاء وعدہ میں بھی تاخیر کر رہے تھے۔

ادھر سے فارغ ہو کر انہوں نے اس مغربی گوشے کا رخ کیا جہاں کے تمام باشندے ان کے مطیع ہو چکے تھے۔ وہاں بھی ملکہ کی طرف سے ناعاقبت اندیش، غیر مدبر، ناتجربہ کار اور ذلیل عامل تھا، وہ بھی پیٹھ پھیر کر مقابلہ کئے بغیر بری طرح بھاگا۔ سرنگ میں ہو کر اپنا راستہ بنایا، اس کے پاس سوار اور پیادے بھی کم تھے، اس پر ستم یہ ہوا کہ کفار اور دیہاتیوں نے معاہدہ و قسم کے باوجود وقت پر دغا کی۔ غدر و مکر کی انتہا کردی۔ ناز و نعمت اور پر عیش و مسرت زندگی کا کفران کیا، معاہدوں سے انکار کرکے کفر میں اضافہ اور ارتداد میں زیادتی کرلی، اس موقعہ پر متسلط نصاریٰ سے قتال کے لئے دوسری طرف کا ایک عامل (مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی) اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے خیرات و مبرات اور سعادات و حسنات کا کافی ذخیرہ اپنے اندر جمع کرلیا تھا۔ وہ بڑا ہی پاک طینت، صاف باطن متقی، پرہیزگار، بہادر اور رسول ملاحم اور نبی مراحم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمنام تھا۔ اس نے نصاریٰ کے لشکر پر حملہ کرکے پہلے ہی حملہ میں شکست دے دی۔

اپنی ساری کوششیں ختم کرکے وہ بھاگے اور قصبہ کے ایک ہندو کے ایک مضبوط و محفوظ مکان میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے اور عظماء نصاریٰ کے پاس شہر میں پیغام بھیجکر مدد مانگی۔ انہوں نے ایک لشکر اور منافقین و دہاقین کا جم غفیر جنہوں نے عہد شکنی کی تھی،

ان محصورین کی مدد کو بھیج دیا۔ ادھر اس نیک سرشت بہادر عامل سے ایک دیہاتی کافر زمیندار (بلدیو سنگھ راجہ پوائیں ضلع شاہجہانپور) نے بڑا داؤ کھیلا۔ اس نے قسمیں کھا کر اطمینان دلایا کہ جب دونوں جماعتیں مقابلہ پر آجائیں گی تو چار ہزار بہادروں کا گروہ لے کر مدد کو پہنچوں گا۔ جب مقابلہ کی نوبت آئی تو اس زمیندار کی قسموں پر بھروسہ کرکے اس دیانتدار عامل نے اپنے تھوڑے سے بہادروں کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سامنے سے تو بندوقوں اور توپوں سے چہروں اور سینوں پر نصاریٰ نے گولیاں برسائیں اور پیچھے سے اس غدار مکار زمیندار کی جماعت نے پشت وسرین کو پھوڑنا شروع کیا۔ وہ دراصل نصاریٰ کے انصار و اعوان اور شیاطین کے اتباع و اخوان تھے۔ وہ خدا پرست عامل معرکہ میں گر کر شہید ہوا اور اس کی ساری جماعت نے بھی اسی کے نقشِ قدم پر چل کر جامِ شہادت نوش کیا۔

ان سب ابرار و اخیار کی شہادت کے بعد بزدل لوگ ایسے بھاگے کہ نامردی اور اضطرار سے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ نصاریٰ نے تعاقب کرکے ان سب کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ تھوڑے سے وہ بچ رہے جنہوں نے بھاگنے میں پوری تیزی اور عجلت سے کام لیا۔ اس نواح کے سارے باشندے دہقانی، کاشتکار، مکھیا اور مقدم وغیرہ سب مطیع و فرمانبردار بن گئے البتہ دو بہادر، غیرتمند، اور غارتگر جواں مردوں نے خوب جم کر مقابلہ کیا۔ اپنی بے پناہ شجاعت و بسالت سے قلتِ اسباب و جماعت کے باوجود دشمن کے ہزاروں سوار، پیادے ٹھکانے لگا دیئے آخر کار مجبور ہو کر اپنی بہادری سے جان بچا کر نکل گئے اور دشمن ان کا تعاقب نہ کر سکا اب وہ نواح بھی صاف ہو گیا۔ ان دونوں سرداروں کی شکست کے بعد مخالفوں کے دل میں دشمن کا رعب قائم ہو گیا۔ یہ واقعہ رنجیدہ واقعات میں سے سب سے اہم اور آخری واقعہ اور اس جنگ کا خاتمہ تھا۔

نصاریٰ یہاں غالب ہونے کے بعد دوسرے اطراف میں پھیلنا شروع ہوئے۔ وہ جب کسی طرف کا قصد کرتے تو وہاں کے رہنے والے غم و فکر میں ہلکا ہو جاتے اور لڑے

بجائے بغیر شکست مان لیتے ۔ان تمام فتحمندیوں کے بعد بھی ملکۂ نصاریٰ (وکٹوریہ) مکر سے باز نہ رہی ۔اس مکر کی وجہ سے انہیں بڑی قوت و طاقت حاصل ہو گئی اس نے تمام دیہات، شہروں اور قصبوں میں مطبوعہ حکم نامے جاری کئے جن میں عام معافی کا اعلان کیا کہ تمام "باغی" لشکر اور سرکش و نافرمان رعایا کو، ان لوگوں کو چھوڑ کر معاف کیا جاتا ہے جنہوں نے عورتوں، بچوں اور ان نصاریٰ کو جنہوں نے مجبور ہو کر پناہ لی تھی، ظلم و عداوت سے قتل کر ڈالا، یا وہ جنہوں نے سلطنت و ریاست قائم کی، یا وہ جنہوں نے سرکشی وعدوان پر لوگوں کو ابھارا، ادھر وہ "باغی" لشکر اور دوسرے بیگم کے ساتھی، روزی کے نہ ہونے اور تنخواہ و ضروریاتِ زندگی میسر نہ آنے سے پریشان ہو چکے تھے۔

نصاریٰ کے مسلط و منتشر ہو جانے کی وجہ سے بیگم کے پاس خراج اور محاصل کا آنا بند ہو گیا تھا، زمین کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو چکی تھی ۔وہ بڑی سخت مصیبت و تنگی میں پڑ گئے تھے، وہ سب تنگدست اور عیش و راحت سے دور تھے ان کے دل اہل و عیال کی جدائی سے پارہ پارہ تھے ۔ایسے حالات میں مجبور و مضطر ہو کر بہت سے لشکری وغیرہ نصاریٰ کے اطاعت گذار بن گئے ۔ان کے پاس ہتھیار، گھوڑے، جو کچھ تھا چھین لیا گیا اور پروانۂ امان دیدیا گیا ۔اب وہ اہل وطن کی طرف خائب و خاسر ہو کر لوٹے ۔پھر تو نصاریٰ سارے ملک پر بلا مزاحمت قابض ہو گئے ۔میدانِ کارزار اور لڑائیوں سے نجات پا گئے ۔بیگم اس تباہی و بربادی کے بعد، بچے کھچے تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑوں (سرحد نیپال) کی چوٹیوں پر چلی گئی۔

میں مسافرت و غربت، اضطراب و مصیبت کی زندگی گذار رہا تھا اور میرا اشتیاق و رغبت اپنے گھر، اہل و عیال، پڑوسی اور احباب تک پہنچنے کے لئے بڑھ رہا تھا کہ امن و امان کا وہی پروانہ جسے قسموں سے مؤکد کیا گیا تھا، نظر پڑا، اس پر بھروسہ کر کے اپنے اہل و وطن میں پہنچ گیا مجھے اس کا بالکل خیال نہ رہا کہ بے ایمان کے عہد و پیمان پر بھروسہ اور بیدین کی قسم و یمین پر اعتماد کسی حالت میں درست نہیں خصوصاً جب کہ وہ بے دین

جزا و سزا۔ آخرت کا قائل بھی نہ ہو۔ تھوڑے دن کے بعد ایک حاکم نصرانی نے مجھے مکان
سے بلا کر قید کر دیا اور رنج و غم میں مبتلا کر کے دار السلطنت (لکھنؤ) جو دراصل اب خانۂ
ہلاکت تھا بھیج دیا۔ میرا معاملہ ایسے ظالم کے سپرد کر دیا جو مظلوم پر رحم کرنا ہی نہ جانتا تھا
اور میری چغلی ایسے دو مرتد، جھگڑالو، تند خو افراد نے کھائی جو مجھ سے قرآن کی محکم آیت
میں مجادلہ کرتے تھے جس کا حکم یہ تھا کہ نصاریٰ کا دوست بھی نصرانی ہے۔ وہ دونوں
نصاریٰ کی مؤدت و محبت پر مصر تھے انہوں نے مرتد ہو کر کفر کو ایمان سے بدل لیا تھا۔

اس ظالم حاکم نے میری جلاوطنی اور عمر قید کا فیصلہ صادر کر دیا اور میری کتابیں،
جائداد، مال و متاع اور اہل و عیال کے رہنے کا مکان غرض ہر چیز پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔
اس شرمناک رویہ کا تنہا میں ہی شکار نہ بنا تھا بلکہ بہت سی مخلوق سے اس سے بڑھ چڑھ کر
ناروا سلوک روا رکھا گیا۔ انہوں نے عہد و پیمان توڑ کر ہزاروں مخلوقِ خدا کو پھانسی،
قتل، جلاوطنی اور قید و حبس میں بلا تاخیر مبتلا کر دیا، وعدہ خلافی کر کے بے شمار نفسوں
اور لاتعداد نفیس چیزوں کو تباہ کر ڈالا۔ اس طرح خونِ ناحق شمار سے آگے بڑھ گیا،
سینکڑوں اور ہزاروں سے گنتی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح شریف و غیر شریف قیدیوں کی
تعداد حد سے متجاوز ہے، خصوصاً دہلی اور ہمارے دیار کے مابین وسیع علاقے میں جہاں
شریف و عظیم خاندانوں کے شہر گاؤں کے گاؤں اور قصبے کے قصبے آباد ہیں۔

ان شرفا۔ و عظما۔ کے پاس ایک رئیس نے جو اسلام و ایمان کا مدعی بھی تھا،
دار الریاستہ میں طلبی کے ساتھ امن و امان کا پیغام بھیجا وہاں پہنچنے پر اپنے وعدے سے پھر
کر نصاریٰ کی خوشنودی کی خاطر غداری کر کے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ بد عہدی سارے
مذاہب میں مذموم و ممنوع ہے اس کا بھی لحاظ نہ کیا، یہ بد بخت نصاریٰ کی رضا جوئی میں
خدائے عزیز و منتقم کے غصہ سے بھی نہ ڈرا۔ نصاریٰ نے ان سب کو ہتھکڑی اور بیڑی پہنا
کر محبوس کر دیا اکثر شرفا۔ کو قتل اور باقی کو قید، جلاوطنی اور طرح طرح کے عذاب میں
مبتلا کیا۔ اس طرح وہ بد نصیب رئیس بھی نصاریٰ کے ساتھ اللہ کی مخلوق کو سخت عذاب

میں مبتلا کرنے کی وجہ سے "اجر و انعام" کا مستحق بن گیا۔

یہ المناک کہانی یوں ختم ہوئی، اب میرا ماجرا سنئے، مکر و تلبیس سے نصاریٰ نے جب مجھے قید کر لیا تو ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے اور ایک سخت زمین سے دوسری سخت زمین میں منتقل کرنا شروع کیا۔ مصیبت پر مصیبت اور غم پر غم پہنچایا۔ میرا جوتا اور لباس تک اتار کر موٹے اور سخت کپڑے پہنا دیئے نرم و بہتر بستر چھین کر، خراب، سخت اور تکلیف دہ بچھونا حوالہ کر دیا۔ گویا اس پر کانٹے بچھا دیئے گئے تھے یا دہکتی ہوئی چنگاریاں ڈال دی گئی تھیں۔ میرے پاس لوٹا، پیالہ اور کوئی برتن تک نہ چھوڑا، بخل سے ماش کی دال کھلائی اور گرم پانی پلایا، محبانِ مخلص کے آبِ محبت کے بجائے گرم پانی اور ناتوانی و کبر سنی کے باوجود ذلت و رسوائی سے ہر وقت سامنا رہا۔ پھر ترش رو دشمن کے ظلم نے مجھے دریائے شور کے کنارے ایک بلند و مضبوط، ناموافق آب و ہوا والے پہاڑ پر پہنچا دیا جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا تھا۔ اس میں دشوار گذار گھاٹیاں اور راہیں تھیں جنہیں دریائے شور کی موجیں ڈھانپ لیتی تھیں، اس کی نسیمِ صبح بھی گرم و تیز ہوا سے زیادہ سخت اور اس کی نعمت زہر ہلاہل سے زیادہ مضر تھی۔ اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی، سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں، اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا، اس کا بادل رنج و غم برسانے والا، اس کی زمین آبلہ دار، اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں، اور اس کی ہوا ذلت و خواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی۔ ہر کوٹھری پر چھپر تھا جس میں رنج و مرض بھرا ہوا تھا، میری آنکھوں کی طرح ان کی چھتیں ٹپکتی رہتی تھیں، ہوا بدبودار اور بیماریوں کا مخزن تھی، مرض سستا اور دوا گراں، بیماریاں بے شمار، خارش و قوبا۔ (وہ مرض جس سے بدن کی کھال پھٹنے اور چھلنے لگتی ہے) عام تھی، بیمار کے علاج، تندرست کے بقا۔ صحت اور زخم کے اندمال کی کوئی صورت نہ تھی۔

معالج مرض میں اضافہ کرنے والا اور مریض ہلاک ہونے والا، طبیب تکلیف و

رنج بڑھانے والا تھا۔ رنجیدہ کی نہ غمخواری ہی کی جاتی نہ اس پر رنج وافسوس کا اظہار ہی ہوتا، دنیا کی کوئی مصیبت یہاں کی المناک مصیبتوں پر قیاس نہیں کی جاسکتی۔ یہاں کی معمولی بیماری بھی خطرناک ہے۔ بخار موت کا پیغام، مرض سرسام اور برسام (دماغ کے پردوں کا ورم) ہلاکت کی علت تام ہے بہت مرض ایسے ہیں جن کا کتب طب میں نام و نشان نہیں۔ نصرانی ماہر طبیب، مریضوں کی آنتوں کو تنور کی طرح جلاتا اور مریض کی حفاظت نہ کرتے ہوئے آگ کا قبہ اس کے اوپر بناتا ہے۔ مرض نہ پہچانتے ہوئے دوا پلا کر موت کے منہ کے قریب پہنچا دیتا ہے جب کوئی ان میں سے مرجاتا ہے تو نجس و ناپاک خاکروب جو درحقیقت شیطان خناس یا دیو ہوتا ہے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا غسل و کفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ریگ کے تودے میں دبادیتا ہے۔ نہ اس کی قبر کھودی جاتی ہے نہ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

یہ کیسی عبرتناک والم انگیز کہانی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر میت کے ساتھ یہ برتاؤ نہ ہوتا تو اس جزیرہ میں مرجانا سب سے بڑی آرزو ہوتی اور اچانک موت سب سے زیادہ تسلی بخش تھی۔ اور اگر مسلمان کی خودکشی مذہب میں ممنوع اور قیامت کے دن عذاب وعتاب کا باعث نہ ہوتی تو کوئی بھی یہاں مقید و مجبور بنا کر تکلیف مالا یطاق نہ دیا جاسکتا اور مصیبت سے نجات پالینا بڑا آسان ہوتا۔ یہ ناقابل برداشت حالات تھے ہی کہ میں متعدد سخت امراض میں مبتلا ہوگیا جس کی وجہ سے میرا صبر مغلوب، میرا سینہ تنگ، میرا چاند دھندلا اور میری عزت ذلت سے بدل گئی، میں نہیں جانتا کہ اس دشوار و سخت رنج و غم سے کیونکر چھٹکارا ہوسکے گا، خارش و قوبا۔ میں ابتلا اس پر مستزاد ہے، صبح و شام اس طرح بسر ہوتی ہے کہ تمام بدن زخموں سے چھلنی بن چکا ہے روح کو تحلیل کردینے والے درد و تکلیف کے ساتھ زخموں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب پھنسیاں مجھے ہلاکت کے قریب پہنچا دیں۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب عیش و مسرت، راحت و عافیت میں زندگی بسر ہوتی تھی۔ اب محبوس و قریب ہلاکت ہوں۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا

جب محسود خلائق غنی اور صحیح و سالم تھا، اب اپاہج اور زخمی ہوں، بڑی سخت مصیبتیں اور بیسیوں صعوبتیں جھیلنا پڑ رہی ہیں "ٹوٹی ہوئی ہڈی جس طرح لکڑی اور پٹی کا بوجھ اٹھاتی ہے اس طرح ہم بھی ناقابل برداشت مصیبتیں اٹھا رہے ہیں" ۔ ان تمام مصائب کے باوجود اللہ کے فضل و احسان کا شکر گذار ہوں کیونکہ اپنی آنکھوں سے دوسرے قیدیوں کو بیمار ہوتے ہوئے بھی، بیڑیاں پہنے ہوئے زنجیروں میں کھینچے جاتے ہوئے دیکھتا ہوں انہیں لوہے کی بیڑیوں اور زنجیروں میں ایک سخت، تیز اور غلیظ انسان کھینچتا ہے، محنت و مہنت، کینہ و عداوت کا پورا مظاہرہ کرتا ہے تکلیفوں پر تکلیفیں پہنچاتا اور بھوکے پیاسے پر بھی رحم نہیں کھاتا ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان آفات و تکالیف سے محفوظ رکھا ۔ میرے دشمن میری ایذا رسانی میں کوشاں اور میری ہلاکت کے در پے رہتے ہیں میرے دوست میرے مرض کے مداوا سے لاچار ہیں دشمنوں کے دل میں میری طرف سے بغض و کینہ، مذہبی عقائد کی طرح راسخ ہو گیا ہے، ان کے پلید سینے کینہ و عداوت کے دفینے بن گئے ہیں ۔ ان ظاہر اسباب پر نظر کرتے ہوئے میں اپنی نجات سے مایوس اور اپنی امیدوں کو منقطع پاتا ہوں لیکن اپنے رب عزیز و رحیم، رؤف و کریم کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں وہی تو جابر فرعونوں سے عاجز ضعیفوں کو نجات دلاتا ہے اور وہی تو زخمی مظلومین کے زخموں کو اپنے رحم و کرم کے مرہم سے بھرتا ہے وہ ہر سرکش کے لئے جبار و قہار ہے، ہر ٹوٹے ہوئے دل کا جوڑنے والا، اور ہر نقصان رسیدہ فقیر کا کامیاب بنانے والا اور ہر دشوار کو آسان کرنے والا ہے ۔ اسی نے نوح (علیہ السلام) کو غرق، اور ابراہیم (علیہ السلام) کو طیش و حرق، ایوب (علیہ السلام) کو مرض و مصائب، یونس (علیہ السلام) کو شکم ماہی، اور بنی اسرائیل کو بربادی و تباہی سے نجات دی ۔ اسی نے موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کو ہامان و فرعون و قارون، اور عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) کو مکر ماکرین اور اپنے حبیب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دجل و فریب کفار پر غالب کیا ۔ پھر اگر مجھے مشقتوں، صعوبتوں اور حوادث و معاصی نے گھیر لیا ہے تو اس کی رحمت و فضل سے

کیوں مایوس ہوں، وہی میرا رب، شافی و کافی اور خطا پوش و عافیت دینے والا ہے ۔ بہت بیمار جو موت کے کنارے پر پہنچ کر بھی اسے یاد کرتے ہیں، شفا پاتے ہیں ۔ بہت خطا کار جب استعذار و استغفار کرتے ہیں مقبول بارگاہ ہوتے ہیں، بہت درد مند جب اسے پکارتے ہیں مصیبت سے نجات پاتے ہیں، بہت مسافر جب اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں مراد کو پہنچتے ہیں بہت قیدی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں خلاق مطلق انہیں بیڑیوں اور قیدوں سے بلا فدیہ و احسان چھٹکارا دلاتا ہے ۔

میں بھی مظلوم و دل شکستہ و مضطر اور مسکین و ذلیل و محتاج بن کر اسی خدائے برتر کو پکارتا ہوں اس کے حبیب کو وسیلہ بنا کر اور امیدوار رحمت ہو کر اس کی بارگاہ میں بصد تضرع التجا کرتا ہوں وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، اس نے مظلوم و مضطر کے یاد کرنے پر اجابت دعوت اور کشف مصیبت کا وعدہ کیا ہے، وہی مجھے تکلیف سے نجات دے گا، وہی قلق و اضطراب سے آزاد کرے گا وہی امراض سے شفا بخشے گا ۔ وہی پکڑنے والے سے چھڑائے گا ۔ وہی ظالم سے بچائے گا، وہی میرے گریہ و بکا، پر رحم کرے گا، وہی میری بدبختی و شامت کو مٹائے گا ۔ وہ دعا کا سننے والا، بہت دینے والا، اور بلاؤں کا دفع کرنے والا ہے ۔ اسی سے جلا وطنی کے غم کو دور اور بہترین نعمتوں کے عطا کرنے کی امیدیں وابستہ ہیں ۔ اے میرے رب! مصیبتوں سے مجھے نجات دے، اے امیدواروں کے امیدگاہ، اور اے التجا کرنے والوں کے پناہ گاہ! اپنے حبیب امین، اس کی آل طاہرین و مبارکین اور اس کے صحابہ محافظین دین کے صدقے میں ہماری سن لے، اے ارحم الراحمین! اور اے احکم الحاکمین! تو ہی ظالموں سے مظلوموں کا انتقام لینے والا ہے بیشک ساری تعریفیں سارے جہان کے پالنے والے کے لئے ہیں ۔

یہ پُر درد و الم انگیز کہانی ختم ہوئی ۔ میں نے اپنی مصیبت و پریشانی کا کچھ حال دو قصیدوں میں بھی لکھا ہے ۔ ایک قصیدہ ہمزیہ ہے جس میں شیطانی وساوس کا ذکر ہے، اور دوسرا دالیہ ہے جس میں اس غمگین و معذور کی تکلیف و رنج کا تذکرہ ہے ۔ ان دونوں

قصیدوں کو سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی مدح پر ختم کیا ہے ان دونوں سے پہلے "نون" کے قوافی میں بھی قصیدہ لکھا تھا جو در یتیم کی طرح فرید و یگانہ ہے۔ اس کا ہر شعر مضبوط و مرتفع قصر کی طرح ہے۔ اس کے تین سو سے کچھ زیادہ اشعار ہو کر رہ گئے، اس کے اتمام کی نوبت نہیں آئی۔ مصائب و آلام کے ہجوم نے تکمیل کا موقعہ نہیں دیا، اس کا مطلع یہ ہے

مٰاناح او رق فی اوراق اشجان
الا وھیج اشجانی و اشجانی

اگر اللہ نے مجھ پر رہائی سے احسان فرمایا تو اس ذات کی مدح اس میں شامل کر کے ختم کروں گا جسے مکارم اخلاق سے پورا پورا حصہ ملا ہے، اس پر اور اس کی آل پر قیامت تک صلوٰۃ وسلام، واللہ سبحانہ ولی التوفیق والاکرام۔

○
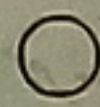
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ھدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ہماری سرگرمیاں

* درس قرآن وحدیث * محافلِ نعت وذکر * علمی مذاکرے ومباحثے * لائبریریاں * فقہی کورس، درس قادریہ رضویہ * ایام صحابہ کرام واولیاء عظام * مقدس راتوں میں شب بیداری * تحریری وتقریری مقابلے * تربیتی نشستیں * مفت کوچنگ کلاسز * مفت مطبوعات۔

* ہماری مطبوعات *

نماز پڑھیے۔	از علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ
طہارت۔	〃
زادِ راہ۔	〃
اسلامی عقائد۔	〃
نیکی کا حکم دینا۔	〃
انگوٹھے چومنا مستحب ہے!	علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ
اسلامی آداب زندگی۔	حافظ قاری محمد آصف قادری
ایمان اور حیا۔	〃
داڑھی کی شرعی حیثیت۔	〃
اہل بدعت کون؟	انجینئر عبد المصطفیٰ قادری

بزم قادریہ رضویہ، اسلام آباد، کراچی